کچھ اور آگے بڑھا کے رکھا ہے اور زبان اور رنگینی بیان، تراکیب اور استعارات اور روزمرہ وغیرہ کا اتنا ہجوم کر دیا ہے کہ کتاب تاریخی ہونے سے زیادہ افسانوی بن گئی ہے۔

کتاب کا مدعا یہ ہے کہ چاند بی بی کی سیرت و سوانح سے ملک کی بہو بیٹیاں استفادہ کریں۔ مگر ہم کیا کہیں کہ ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے کوئی بیٹی محض اس خوبی کی وجہ سے عورتوں کے لیے اسوہ نہیں بن سکتی کہ وہ سپاہیانہ بہادری سے بہرۂ وافر رکھتی ہے یا اپنی خاندانی ریاست کی محبت کا عمیق جذبہ دل میں رکھتی ہے۔ نہیں، اسوہ بننے کیلیے اور بہت کچھ چاہیے۔ چاند بی بی مغلئی تہذیب کا کیسا ہی باکمال نمونہ ہو مگر وہ "اسلامی تہذیب" کے سمندر کا درِ شہوار نہیں ہے مولف کے الفاظ میں خود تاریخی ہیروئن اپنا تعارف یوں کراتی ہے:۔

"بڑوں کا ادب کرتی ہوں، چھوٹوں کا لحاظ رکھتی ہوں، دوسروں کے سکھ سے مجھے سکھ ملتا ہے اور دوسروں کے دکھ میں دکھ۔ ہاں مگر گاتی ہوں، تصویریں اتارتی ہوں، دن دیئے کھلی ہوا چمکتی دھوپ میں سیر و شکار کر جاتی ہوں۔ (یہ اضافہ بھی کر لیا جائے کہ شطرنج اور چوسر کھیلتی ہوں)۔ یوں راگ رنگ اور روشنی سے لگاؤ ہے اور یہ برائی ہے تو اے اللہ بخش دے۔"

"ہاں مگر" کہنے سے پہلے چاند بی بی اسلامی تہذیب کی بیٹی نظر آتی ہے مگر اس "مگر" کے بعد وہ اپنی زندگی کے غیر اسلامی عناصر کی طرف فخریہ انداز میں توجہ دلاتی ہے۔

پس چاند بی بی کی شخصیت کو جو تاریخی اہمیت حاصل ہے اسے بہ حیثیت مورخ سامنے لانا اور اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ تحقیق کرنا تو یقیناً علمی خدمت ہوگی مگر اسے مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لیے نمونہ کے طور پر پیش کرنے کی کو نظر نہیں آتی۔

ایک ضروری تصحیح

جناب مولانا مسعود عالم صاحب ندوی نے مولانا عبدالماجد صاحب کے ترجمۂ قرآن پر جو تبصرہ ترجمان القرآن کے پچھلے نمبر میں لکھا تھا اس میں ان سے ایک اہم فروگذاشت ہوگئی ہے۔ اب انھوں نے اپنے گرامی نامہ کے ذریعہ اس پر خود ہی گرفت کی چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"صحیح صورت یہ ہے کہ عربی الفاظ کو انگریزی رسم الخط میں املا کرتے ہوئے "ح" کی جگہ "Ḥ" (نقطہ کے ساتھ) اور اسی طرح "غ" کی جگہ "ǵ" کو استعمال کرنا چاہیے۔ نیز "ش" کے لیے "Ṣ" کی شکل کا اختیار کرنا صحیح ہے۔ جس طرح "خ" کے لیے "Ḫ" کی شکل تجویز کی گئی ہے۔